عید میلاد کی حقیقت

مولانا محمد منشاء کاشف

عن ام سلمة قالت کان رسول الله ﷺ یصوم یوم السبت و یوم الاحد اکثر ما یصوم من الایام و یقول انهما یوما عید للمشرکین فانا احب ان اخالفهم۔

ترجمہ :۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزہ رکھتے تھے دن ہفتہ کے اور اتوار کے۔ اکثر اس چیز سے کہ روزے رکھتے اور دنوں میں اور فرماتے تحقیق یہ دو دن عید کے ہیں واسطے مشرکوں کے یعنی وہ ان میں روزے نہیں رکھتے بسبب عید ہونے کے پس میں بہت دوست رکھتا ہوں یہ کہ خلاف کروں میں ان کا۔ (مظاہر حق جلد دوم ص ۱۸۲ ناشران شیخ غلام اینڈ سنز)

تشریح :۔ عیدین اور ایام تشریق کے دنوں میں حضور ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ دن مسلمانوں کے لئے کھانے پینے اور خوشیاں منانے کے لئے ہیں مگر متذکرہ بالا حدیث سے ثابت ہے کہ زمانہ جہالت کی خود ساختہ عیدین کے روز رسول اللہ نے روزہ رکھ کر تمام امت کو سمجھایا ہے کہ اسلام میں عیدین صرف دو ہیں اور ان کے علاوہ تیسری عید یعنی (عید میلاد النبی) کا خدا کے رسول اور ان کے ماننے والوں سے کوئی تعلق نہیں۔

بریلوی مکتب کے بعض بزرگوں نے عید میلاد نہ منانے والوں کو کافر' منافق اور ابلیس قرار دیا ہے لیکن اس عید کی فرضیت یا اہمیت پر کوی دلیل نہیں دی بلکہ ایک کافر ابولہب نے اپنی لونڈی کو آزاد کرنے کی دلیل ہے یہ تو آپ کی مرضی ہے کہ ابو لہب کی سنت پر عمل کرنا۔ اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے یوم ولادت باسعادت کا سراغ لگانے کے لئے آثار صحابہؓ و تابعینؒ فقہاء کرامؒ اور

محدثین کی معروف کتب مثلاً موطا امام مالکؒ' موطا امام محمدؒ' فقہ اکبر ابو حنیفہ' شرح فقہ اکبر ملا علی قاریؒ' مسند امام احمدؒ' شرح وقایہ' تخریج الہدایہ کنز الدائق قدوری وغیرہ الغرض حدیث کی ابتدائی کتاب بلوغ المرام سے لے کر بخاری شریف تک تمام کتب کی ورق گردانی کرنے کے باوجود مروجہ تیسری عید میلاد کا کہیں نام نہیں مل سکا۔ ہاں مذکورہ کتب میں تین عیدوں کی بجائے صرف دو عیدین عید الفطر اور عید الضحیٰ کے ابواب اور ان کے متعلقہ مسائل پر ضرور نظر پڑتی ہے ورنہ یار لوگوں کی ایجاد کردہ تیسری عید میلاد النبیؐ کا مذکورہ کتب فقہاء اور حدیث کی کتب میں کہیں بھی کسی قسم کا باب نہیں ملتا۔

حضورؐ نے صحابہ کرام کو غیر مشروع عیدوں سے روک دیا تھا

تاریخ الامم طبری ص ۹۹' ۱۰۹ جلد اول میں ہے کہ ضحاک نامی ایک شخص جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے گذرا ہے۔ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد پر بڑے مظالم توڑے اس زمانے میں افریدون بن اثفیان نامی ایک شخص نے ہمت کرکے ضحاک کو پسپا کر دیا اور قید میں جکڑ لینے کی خوشی میں جشن منایا اور اس جشن کو عید کے طور پر منانے کے لئے دو روز مقرر کرلئے یہ رسم چلتے چلاتے حضورؐ کے مبارک زمانہ تک پہنچی۔ ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ شریف پہنچے تو وہاں عوام کو ایک جشن مناتے دیکھا چنانچہ ترجمہ بریلوی حضرات کے مشہور بزرگ صاحب مظاہر حق کی زبانی حدیث سنئے۔

لھم یومان یلعبون فیما فقال ما ھذا ان الیومان قالوا کنا نلعب فیما فی الجاھلیۃ فقال رسول اللہ ﷺ قد ابدلکم اللہ بھما خیرا منھا یوم الاضحی و یوم الفطر (رواہ ابوداؤد' نسائی' مشکوۃ)

ترجمہ :۔ ان مدینہ والوں کے لئے دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے کودتے' تفریح کرتے تھے (ایک نوروز کا ایک مہرجان کا) حضور اکرمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

تمہیں ان دونوں کے بدلہ میں ان سے بہتر عیدیں دی ہیں۔ عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔

تاریخ و اسلامیات کا ایک ادنیٰ طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اپنی زندگی کے ۵۳ سال مکہ معظمہ میں گزار کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ شریف چلے گئے۔ بچپن سے جوانی تک یا منصب رسالت پر جلوہ افروز ہونے کے بعد حضور علیہ السلام نے عید میلاد کے نام سے کوئی تہوار منانے کی کسی کو کوئی ترغیب نہیں دی اور مدینہ پہنچ کر بھی حضور ﷺ نے اپنے متوالے صحابہ کرام اور اسلام کے چاہنے والوں کو کسی تیسری عید کے نام سے کوئی جشن وغیرہ منانے کی تلقین نہ فرمائی بلکہ بندوں کی ایجاد کردہ عیدین کو یکسر ختم کر دیا صرف عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی فوقیت و فضیلت بیان کرکے امت کو دو عیدیں منانے کی تاکید فرما دی۔

حدیث کی مشہور کتاب مسلم شریف میں ہے کہ جناب سید الکونین ﷺ سوموار کے دن روزہ رکھنے کے عادی تھے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے سوموار کے دن روزہ رکھنے کی وجہ معلوم کرنی چاہی تو پیغمبر علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو جو جواب دیا وہ صاحب مظاہر حق کی زبانی سنئے۔

سئل رسول اللہ ﷺ عن صوم الاثنین فیہ ولدت و فیہ انزل علی۔

ترجمہ :۔ سوال کئے گئے رسول خدا ﷺ روزے پیر کے سے فرمایا اس دن میں پیدا کیا گیا ہوں اور اسی دن شروع ہوئی اترنی مجھ پر کتاب۔

(مظاہر الحق جلد سوئم ۱۷۸)

تشریح :۔ سرکار دو جہان کے فرمان سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ولادت عظمیٰ کے دن قصداً روزہ رکھا کیونکہ یہ دن عید منانے کا دن نہیں تھا۔

بخاری و مسلم کی کتاب میں اس امر کی پوری وضاحت بھی ملتی ہے کہ شرعی عیدین کے ایام میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ بہرکیف آپ کے یوم ولادت کے دن اگر کوئی عمل ثابت ہے تو وہ محض روزہ ہے نہ کہ عید میلادالنبی یا جشن میلاد وغیرہ ہمارے دعوی کی تصدیق میں مولانا محمد صادق مفتی احمد یار صاحب گوجرانوالہ نے ماہ طیبہ کے ص ۴۱ پر علامہ ابوالبرکات ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور ۲۱-۲۸ نومبر کے عید میلاد نمبر کے ص ۲۵ پر اور مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے اپنی ضخیم کتاب جاء الحق کے ص ۲۴۴ پر الغرض اکثر بریلوی مکتب فکر کے مصنفین نے مختلف رسائل اور جرائد میں تسلیم کر لیا ہے کہ کائنات کے آخری پیرومرشد نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھا پس ہمارے بریلوی حضرات نے اس بات کا اقرار کر کے ہمارے موقف کی تائید کر دی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو کسی قسم کی عید نہیں ہے اگر یہ دن عید کا ہوتا تو ہم سب کے محبوب آقا ﷺ روزہ نہ رکھتے بلکہ اپنے یوم پیدائش پر ایک تیسری عید منانے کی تعلیم دیتے۔

امام کائنات کے خلاف کوئی طریقہ مقبول نہیں

ترجمہ اور تفسیر بریلوی کا ہی ملاحظہ کیجئے:

یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقو اللہ ان اللہ سمیع علیم

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (ترجمہ احمد رضا خان صاحب)

مذکور الصدر آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق مولوی نعیم الدین صاحب مولانا احمد رضا خان صاحب کے مترجم قرآن کے حاشیہ نمبر۲ میں فرماتے ہیں کہ:

چند اشخاص نے عید الاضحی کے دن سید العالمین ﷺ سے پہلے قربانی

کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ بعض لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ روزہ رکھنے میں اپنے نبی ﷺ سے تقدم نہ کرو۔

ہر دو بریلوی حضرات نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ دین اسلام کے حکم احکام کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرنی چاہیے۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے آگے بڑھنے کا مقصد یہی تو ہے کہ دین کے کسی کام میں نیکی کے نام پر زیادتی نہ کرو بلکہ ایسے لوگوں کو آخرت کی جوابدہی سے ڈرایا گیا ہے اسی طرح تفسیر بھی کتنی پیاری فرمائی گئی ہے کہ ---- رمضان المبارک کے استقبال کے لئے تعظیماً روزہ رکھنا یا جذبہ مسابقت سے مغلوب ہو کر نیکی کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے متعین کردہ وقت سے پہلے کسی کام کو کر گزرنا عشق و محبت کی علامت نہیں بلکہ عداوت و بغاوت کی دلیل ہے۔ جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ قربانی صرف اللہ ہی کے لئے تھی اور تعظیم رمضان کا روزہ بھی اللہ کی رضا کے لئے تھا۔ فی نفسہ مذکورہ صحابہ کرام کا کوئی عمل اسلامی عقیدت و الفت سے خالی نہ تھا مگر ان کے اعمال میں مکمل متعینہ اطاعت کی جھلک نہیں تھی۔ اس لئے کوئی عمل مقام مقبولیت تک نہ پہنچ سکا میں اسی بات کی تاکید ہے کہ دنیا والو! میرے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پوری زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے مگر امت کے کچھ لوگوں کے بعض ایجاد کردہ امور میں بظاہر عشق بھی ہے، ایثار بھی، جوش بھی ہے، پیار بھی انوکھی اور سب سے بڑھ کر ریاکاری اور اظہار محبت میں غلو بھی مگر سادہ لوح بھائیوں کی عملی زندگی میں اگر کوئی چیز مفقود ہے تو اتباع رسول اور اطاعت پیغمبر۔ ظاہر ہے پیغمبر پر ایمان لانا ہی پیغمبر ﷺ کے لئے تسکین نہیں ہو سکتا بلکہ اطاعت سے یعنی عملاً دین کی تشہیر اور اسلام کی سربلندی کے لئے ہر ممکن قربانی دے کر ہی اللہ

تعالیٰ کو راضی اور اس کے رسول ﷺ کا متبع کہلایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے کاشف نے خوب کہا ہے۔

محمدؐ کی جس دل میں الفت نہیں ہے
سمجھ لو کہ قسمت میں جنت نہیں ہے
کرے جو اطاعت محمدؐ کی دل سے
اسے پیر و مرشد کی حاجت نہیں ہے
بھٹکتا رہا ہے بھٹکتا رہے گا
جس کے دل میں محمدؐ کی عقیدت نہیں ہے

حضور ﷺ کی تاریخ پیدائش میں مورخین کا شدید اختلاف

سابقہ بیان کردہ ایک حدیث کی طرف دوبارہ توجہ کیجئے رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں سوموار کو اس لئے روزہ رکھتا ہوں کہ اس دن میری ولادت ہوئی اور مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا حدیث رسول ﷺ سے یہ تو فیصلہ ہوگیا کہ آپؐ کی پیدائش سوموار کے دن ہوئی لیکن مہینہ اور تاریخوں میں انتہائی اختلاف ہے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری سیشن جج ریاست پٹیالہ نے اپنی کتاب رحمتہ اللعالمین جلد اول کے ص ۴۳ پر ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء آپؐ کی تاریخ ولادت لکھی ہے اور بریلویوں کے آرگن ماہنامہ رضوان لاہور عید میلاد نمبر اپریل ۱۹۷۴ء میں بھی یہی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (ص ۲۰)

مورخین ابوالفدا نے حضورؐ کی ولادت کی تاریخ ۱۰ ربیع الاول لکھی ہے تاریخ دول العرب و الاسلام میں ۹ ربیع الاول کو صحیح قرار دیا ہے۔ مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام حصہ اول ص ۸۷ پر ۹ ربیع الاول کو درست کہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر مورخین نے ۹ ربیع الاول ہی کو حضور کی ولادت کا دن قرار دیا ہے البتہ طبری اور ابن خلدون نے ۱۲ ربیع الاول کو صحیح

یہ ہے کہ جناب سید الکائنات ﷺ کے تاریخ ولادت میں اس قدر تضاد و تفاوت اس بات کی بین دلیل ہے کہ تاریخ کو تکوینی طور پر مبہم رکھا گیا کہ کہیں حضرت محمد ﷺ کی امت بھی اپنے پیغمبر کے یوم پیدائش کو کھیل تماشہ نہ بنا لے مگر وائے نادانی کہ پیغمبرؐ کا جشن عید کے متعلق کوئی حکم نہیں ہے مگر قوم اپنی ہی مرضی سے فرضی تاریخ متعین کرکے فرضی عید میلاد منانے میں مشغول ہے۔ مختلف آراء کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے تو مکہ والوں کی نظروں میں آپ صرف محمدؐ بن عبداللہ تھے۔ اسی لئے تاریخ پیدائش کسی کو یاد رکھنے کا خیال ہی نہ رہا۔ صحابہ کرامؓ کو اگر پیغمبر خدا کا تاریخ پیدائش صحیح معلوم ہوتا تو اسلامی سال کی ابتداء ہجرت سے کیوں شروع کی جاتی؟ کیا ہی اچھا ہوتا کہ کھینچا تانی سے ربیع الاول میں تیسری عید منانے والے ہمارے بھائی اسلامی سن کی ابتداء بھی ۱۲ ربیع الاول سے مشہور کر دیتے۔ دراصل حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے دن عیسائیوں کی عید میلاد المسیحؑ اور ہندوؤں کے بزرگوں کے جنم دن کو ہندوؤں کی بے شمار تقریبات سے متاثر ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے بھی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دن کو بطور یادگار منانا شروع کر دیا۔ یہ بات تعجب خیز ہے کہ کچھ عرصہ پیشتر ۱۲ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے ہی اکثر مقامات پر منایا جاتا تھا مگر اب چند مصلحتوں کے تحت یادگاری دن کا سابقہ نام تبدیل کرکے اس تقریب کو عید میلادالنبی یا جشن عید میلاد النبی کے نام سے پورے ملک میں منظم طریق سے مشہور کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ شہری اور دیہاتی بھائیوں کی اکثریت ۱۲ ربیع الاول کو آج بھی بارہ وفات کے نام سے ہی جانتی پہچانتی ہے۔ ہاں تو حضورؐ کے یوم وفات پر کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ جب آپؐ اپنے فرائض منصبی باحسن طریق سے ادا کر چکے یعنی تمام واجب التعزیر برائیوں اور قابل اجر اچھائیوں اور نیکیوں کی تبلیغ و تشہیر کے بعد ۶۳ سال دنیاوی زندگی گزار کر

یہ ہے کہ جناب سید الکائنات ﷺ کے تاریخ ولادت میں اس قدر تضاد و تفاوت اس بات کی بین دلیل ہے کہ تاریخ کو تکوینی طور پر مبہم رکھا گیا کہ کہیں حضرت محمد ﷺ کی امت بھی اپنے پیغمبر کے یوم پیدائش کو کھیل تماشہ نہ بنا لے مگر وائے نادانی کہ پیغمبرؐ کا جشن عید کے متعلق کوئی حکم نہیں ہے مگر قوم اپنی ہی مرضی سے فرضی تاریخ متعین کرکے فرضی عید میلاد منانے میں مشغول ہے۔
مختلف آراء کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے تو مکہ والوں کی نظروں میں آپ صرف محمدؐ بن عبداللہ تھے۔ اسی لئے تاریخ پیدائش کسی کو یاد رکھنے کا خیال ہی نہ رہا۔ صحابہ کرامؓ کو اگر پیغمبر خدا کا تاریخ پیدائش صحیح معلوم ہوتا تو اسلامی سال کی ابتداء ہجرت سے کیوں شروع کی جاتی؟ کیا ہی اچھا ہوتا کہ کھینچا تانی سے ربیع الاول میں تیسری عید منانے والے ہمارے بھائی اسلامی سن کی ابتداء بھی ۱۲ ربیع الاول سے مشہور کر دیتے۔
دراصل حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے دن عیسائیوں کی عید میلاد المسیحؑ اور ہندوؤں کے بزرگوں کے جنم دن کو ہندوؤں کی بے شمار تقریبات سے متاثر ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے بھی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دن کو بطور یادگار منانا شروع کر دیا۔ یہ بات تعجب خیز ہے کہ کچھ عرصہ پیشتر ۱۲ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے ہی اکثر مقامات پر منایا جاتا تھا مگر اب چند مصلحتوں کے تحت یادگاری دن کا سابقہ نام تبدیل کرکے اس تقریب کو عید میلادالنبی یا جشن عید میلاد النبی کے نام سے پورے ملک میں منظم طریق سے مشہور کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ شہری اور دیہاتی بھائیوں کی اکثریت ۱۲ ربیع الاول کو آج بھی بارہ وفات کے نام سے ہی جانتی پہچانتی ہے۔ ہاں تو حضورؐ کے یوم وفات پر کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ جب آپؐ اپنے فرائض منصبی باحسن طریق سے ادا کر چکے یعنی تمام واجب التعزیر برائیوں اور قابل اجر اچھائیوں اور نیکیوں کی تبلیغ و تشہیر کے بعد ۶۳ سال دنیاوی زندگی گزار کر

اس دار فانی سے جانے لگے تو آپ کی حیثیت دنیا کے آخری اور عظیم راہ نما یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت تھی ایسے وقت میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے جاننے پہچاننے والے لوگ بکثرت موجود تھے اسی لئے آپ کی تاریخ وفات پر کوئی اختلاف نہیں۔

تیسری عید میلاد چھ سو سال بعد ایجاد ہوئی

اختراعی عید کے متعلق بریلوی مفتی احمد یار خان نے اپنی کتاب جاء الحق کے صفحہ نمبر۲۳۶ پر علامہ سخاوی کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے انہی کی زبانی ملاحظہ کیجئے۔

لم یفعله احد من القرون الثلثة و انما احدث بعد۔

ترجمہ :۔ میلاد شریف تین زمانوں تک کسی نے نہ کیا بعد میں ایجاد ہوا۔

تشریح :۔ یعنی میلاد کی رسم نہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تھی اور نہ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں ایجاد ہوئی اور نہ ہی صحابہؓ کے شاگردوں نے اس طرف کوئی توجہ دی گویا خیرو برکت کے تین زمانوں میں آنحضرت کے یوم ولادت کو عید قرار دینے کا کسی کو بھی خیال نہ آیا۔ آج اس رسم کو حکومت کی کوئی توجہ دی۔ گویا خیر و برکت کے تین زمانوں میں تو آنحضرتؐ کے یوم ولادت کے یوم ولادت کو عید قرار دینے کا کسی کو بھی خیال نہ آیا۔ آج اس رسم کو حکومت کی وساطت سے شرعی حیثیت دینے والے بریلوی حضرات کیا صحابہ کرام اور تابعین سے بھی بڑھ کر حضور ﷺ کا احترام کرنے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں؟ کہ دین میں تیسری عید کو ایجاد کر دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب حسن المقصد فی عمل المولد میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں جس شخص نے سب سے پہلے مجلس مولود قائم کی۔ وہ سلطان ابو سعید بن زین الدین تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن جوزیؒ نے بھی اسی شخص کو محفل میلاد کا بانی قرار دیا ہے۔ قاضی ابن خلدونؒ نے اپنی مشہور تصنیف وفیات الاعیان میں مظفر الدین والی اربل و

اس عید کا بانی کہا ہے۔ الغرض اس رسم کو ایجاد کرنے والے حضرات نبی کریمؐ سے چھ سو سال بعد پیدا ہوئے۔

مذکورہ بالا مختصر واقعات کی روشنی میں بریلوی واعظوں اور مفتیوں کے جذباتی اور غیر محتاط فتووں کو سلیم العقل انسان کیسے اہمیت دے سکتا ہے؟ کیا متذکرہ بالا اصحاب مروجہ طریق سے عید میلاد نہ منانے والے معلم کائنات ﷺ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ و فقہاء کرامؒ دیگر کروڑوں محققین کو بھی اسی زمرہ میں شامل فرمائیں گے۔ جس میں اہل حدیث اور دیوبندی حضرات کو شامل کرکے کافر، منافق، شیطان کا ٹولہ اور ابلیس جیسے القابات سے بدنام کر رکھا ہے۔ ان کو کون پوچھے اور کون شریعت کے مطابق سزا دے مگر افسوس ہے کہ پاکستان کی حکومت بھی عید میلاد منانے کا تحفظ فراہم کرتی اور خود بھی عید منانے میں شامل ہوتی ہے۔ ایسی حکومت کی حمایت کرنا ہی اسلام کے ساتھ بغاوت ہے۔ اگر واقعات و حالات کی روشنی میں عید میلاد نہ منانے والے تمام سلف صالحین اللہ کے رسول ﷺ کے سچے امتی اور مخلص مسلمان تھے تو آج انہی کے ہمنوا کروڑوں مسلمان کس ضابطہ اور قاعدہ کلیہ کے تحت دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ دراصل یہ بات تو متعدد بریلوی مولویوں نے بھی تسلیم کر لی ہے کہ میلاد کی محفلوں کا سلسلہ قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا اور پہلے اس رسم کو لوگ بارہ وفات کے نام سے مناتے تھے۔ مگر اب خودساختہ رسم کا دوسرا نام بھی تبدیل کرکے عید میلاد مشہور کر دیا ہے۔ مصنوعی مذہب یونہی بدلتا رہا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ بعد مزید تبدیلیوں کا بھی امکان ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

محفل میلاد اور مجدد الف ثانی

پاک و ہند کے مسلم بزرگ حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۷۳ ص ۵۶۳ سے ۵۶۷ تک میلاد کے متعلق عمدہ بحث کرتے ہیں۔

طوالت کے خوف سے صرف دو واقعات ملاحظہ کیجئے۔

مرزا حسام الدین کو ص ۵۶۶ پر لکھتے ہیں کہ فیروز آباد جو ہم فقیروں کا ماوی اور جائے پناہ اور ہمارے پیروں کا مرکز ہے۔ جب اس میں کوئی ایسا امر حادث (یعنی میلاد جیسی بدعت) ہو جائے۔ جو طریقہ علیہ کے مخالف ہو تو فقیر کیوں مضطرب و بیقرار نہ ہو۔

پھر ص ۵۶۷ پر فیروز آباد کے لوگوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض حضرت قدس سرہ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس و اجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا تو آیا حضرت قدس سرہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے یا ناپسند کرتے' فقیر کو یقین ہے کہ حضرت قدس سرہ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو جتلا دینا ہے۔ آپ قبول کریں نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں اور نہ آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار یعنی فیروز آباد کے بدعتی اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں' یعنی میلاد کرنے سے باز نہ آئیں تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے مایوسی کے اور کچھ چارہ نہیں۔ فقط

مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کس قدر صاف گوئی سے بات سمجھا گئے ہیں کہ مجھے تو جو بات حق اور درست معلوم ہوئی ہے وہ خیر خواہی کے تحت مسلمانوں کو سمجھا دی ہے۔ لڑائی جھگڑا مقصود نہیں۔ اگر حقائق معلوم ہونے کے بعد ضدی لوگ اس کو شان رسول عظمت پیغمبر کہتے پھریں تو ان کی اصلاح سے مایوس ہو کر ہم تو ایسے کاموں سے الگ تھلگ رہیں گے۔ جیسا کہ گذشتہ واقعات سے ثابت ہے کہ یہ سلسلہ چھ سو سال کے بعد چلایا گیا اور مجدد صاحب کا بھی اسلام اور نیکی کے نام پر ایجاد کردہ میلاد پر بیزاری کا اظہار کرکے اس عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ مگر بعض بریلوی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مجدد صاحب"

نے صرف بدعت سیئہ تو نہیں فرمایا! یار لوگوں نے بدعت کی قسمیں بھی ڈالی ہیں۔ حالانکہ حضور نے فرمایا!

کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار۔

بریلوی حضرات ان حدیث مبارکہ پر بھی عمل نہیں کرتے۔ گویا بریلوی حضرات کے نزدیک بعض امور میں حضورؐ کی مخالفت اچھائی ہے اور بعض کاموں میں حضورؐ کی مخالفت برائی ہے۔ بدعت کی صحیح تعریف مجدد الف ثانی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

مکتوبات ۱۸۶ ص ۳۰۹ پر بدعت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ' حسن اس نیک کام کو کہتے ہیں۔ جو آنحضرت اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہو مگر وہ سنت کو رفع نہ کرے۔ بدعت سیئہ وہ ہے جو سنت کی رافع ہو۔ یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلم و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اگر چہ آج مبتدع (بدعتی) کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی میں دیکھتے ہیں۔ لیکن کل (یعنی قیامت کے دن) جب بصیرت تیز ہو گی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

بوقت صبح ہو جائے گا روشن روز کی مانند
کہ تو نے عشق میں کس کے گذاری رات ہے صاحب

پھر مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت خیر البشر ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔

ترجمہ:۔ جس نے ہمارے اس امر میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں وہ مردود ہے۔

بتلائیے جو چیز طریقہ رسول ﷺ کے خلاف ہو ان کی اجازت کے بغیر

بقیہ ص ۳۸ پر